بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام مکمل دین ہے' ضابطۂ حیات نہیں......؟

پاکستان کے موجودہ دستوری اور آئینی سیٹ اپ میں اسلامی نظریاتی کونسل وہ واحد ادارہ ہے جس کا کام ہی یہ ہے کہ تمام موجودہ قوانین کو قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے۔ تاریخی طور پر اس ادارے کی اہمیت مسلمہ ہے۔ ۱۹۴۹ء میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ''قراردادِ مقاصد'' منظور کی جو ۱۹۵۶ء کے آئین میں تمہید کے طور پر شامل کی گئی۔ بعد ازاں ۱۹۸۵ء میں اس قرارداد کو آئین کے آرٹیکل ۲ (الف) کے طور پر دستور کا باقاعدہ حصہ بنا دیا گیا اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ آرٹیکل تا حال دستورِ پاکستان کا لازمی حصہ ہے۔ قرار دادِ مقاصد کا مندرجہ ذیل اقتباس اس آرٹیکل کی اہمیت اور غرض وغایت کا غماز ہے:

> ''چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلاشرکتِ غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کے جمہور کو جو اختیار واقتدار اُس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا' وہ ایک مقدس امانت ہے۔ چونکہ پاکستان کے جمہور کی منشاء ہے کہ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں مملکت اپنے اختیار واقتدار کو جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے' جس میں جمہوریت' آزادی' مساوات' رواداری اور عدلِ عمرانی کے اصولوں پر' جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے' پوری طرح عمل کیا جائے گا۔ جس میں مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی حلقہ ہائے عمل میں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات ومقتضیات کے مطابق' جس طرح قرآن پاک وسنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے' ترتیب دے سکیں۔''

دستورِ پاکستان کے مندرجہ بالا اقتباس کا ایک ایک لفظ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ آئینی طور پر پاکستان کے جمہور' اسلام کو ایک مکمل دین' بمعنی ضابطۂ حیات مانتے ہیں...... ایک ایسا ضابطۂ حیات جس کا دائرہ انفرادی معاملات تک ہی نہیں اجتماعیاتِ انسانی کو بھی محیط ہے...... جس کے قوانین اور ضابطے اٹل ہیں اور جو جمہوریۂ اسلامی پاکستان کے آئین اور دستور میں اہم ترین حیثیت کے مالک ہیں۔ اسی لیے ۱۹۷۳ء کے دستور میں آرٹیکل ۲۲۷ (ا) میں اعلان کیا گیا ہے کہ:

> ''تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا' جس کا اس حصے میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا

جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔''

یہ دستورِ پاکستان کی متذکرہ بالا دفعات کی اہمیت ہی کا مظہر ہے کہ ان دفعات کو دستور میں صرف ''درج'' ہی نہیں کیا گیا بلکہ انہیں عملی شکل دینے کے لیے ۱۹۶۲ء کے دستور میں آرٹیکل ۱۹۹ کے تحت اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل کی تشکیل کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ لہٰذا آرٹیکل ۲۰۴ (ا) میں اس کونسل کے مندرجہ ذیل فرائض منصبی بھی اہتمام کے ساتھ طے کیے گئے:

''مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کو ایسی سفارشات کرنا جن کے ذریعے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں ہر لحاظ سے اسلامی نظریات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنایا جا سکے اور دستور کی پہلی ترمیم کے قانون ۱۹۶۳ء کے نافذ ہونے سے فوراً پہلے تمام قوانین کا جائزہ لینا' تاکہ انہیں قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق بنایا جائے۔''

دستور کے آرٹیکل ۲۲۸ میں مندرجہ بالا اہداف اور مقاصد کے حصول کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کی باقاعدہ تشکیل کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ:

''یومِ آغاز سے نوّے دن کی مدت کے اندر ایک اسلامی نظریاتی کونسل تشکیل دی جائے گی جس کا اس حصے میں بطور اسلامی کونسل حوالہ دیا گیا ہے''۔

آرٹیکل ۲۳۰ میں اس کونسل کے مندرجہ ذیل فرائض منصبی بیان کیے گئے ہیں:

(ا) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسمبلیوں سے ایسے ذرائع اور وسائل کی سفارش کرنا جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر لحاظ سے اسلام کے اصولوں اور تصورات کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب اور امداد ملے جن کا قرآن پاک اور سنت میں تعین کیا گیا ہے۔

(ب) کسی ایوان' کسی صوبائی اسمبلی' صدر یا کسی گورنر کو کسی ایسے سوال کے بارے میں مشورہ دینا جس میں کونسل سے اس بابت رجوع کیا گیا ہو کہ آیا کوئی مجوزہ قانون اسلامی احکام کے منافی ہے یا نہیں'

(ج) ایسی تدابیر کی' جن سے نافذ العمل قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا' نیز اُن مراحل کی جن سے گزر کر محولہ تدابیر کا نفاذ عمل میں لانا چاہیے' سفارش کرنا' اور

(د) مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لیے اسلام کے ایسے احکام کی موزوں شکل میں تدوین کرنا جنہیں قانونی طور پر نافذ کیا جا سکے۔

دستور پاکستان کے متذکرہ بالا آرٹیکلز اور اقتباسات انتہائی واضح' مدلل اور self explanatory ہیں۔ قراردادِ مقاصد کی دستوری حیثیت مسلم ہے اور اس ضمن میں اسلامی نظریاتی کونسل کی حیثیت بھی غیر متنازعہ ہے۔ البتہ مورخہ ۷ نومبر ۲۰۰۷ء کے نوائے وقت میں چھپنے والا ایک

انٹرویو‘ جو مبینہ طور پر اسلامی نظریاتی کونسل کے موجودہ سربراہ جناب پروفیسر ڈاکٹر خالد مسعود کی طرف منسوب ہے‘ اپنے مندرجات کے اعتبار سے نہ صرف انتہائی متنازعہ ہے بلکہ آئین اور دستور کی اوپر پیش کردہ تصریحات کی روشنی میں خلافِ آئین اور خلافِ دستور افکار کا آئینہ دار بھی ہے۔

فاضل چیئرمین‘ اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے اس انٹرویو میں یہ افکار پیش کیے ہیں کہ اسلام مکمل دین تو ہے‘ ضابطۂ حیات نہیں ہے‘ یہ مولانا مودودی کی فکر تھی...... اسلام میں چہرے کا پردہ ہے نہ سر کا‘ یہ محض معاشرتی رواج ہے ...... حجاب صرف نبی ﷺ کی ازواج کے لیے تھا...... حدود اللہ کا کوئی تصور قرآن میں موجود نہیں ہے‘ یہ تصور فقہاء حضرات کا ہے کہ مخصوص سات جرائم کو حدود اللہ کہا جائے...... وغیرہ وغیرہ‘‘۔

ہم چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل سے دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ آپ اپنے ان افکار کو اپنی ذات کے لیے بے شک پسند فرمائیں اور ان کا چرچا بھی کریں‘ لیکن جس منصب پر آپ فائز ہیں اس کے کچھ آئینی‘ دستوری اور اخلاقی تقاضے بھی ہیں‘ جس میں کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ اس منصب کو دستور اور آئین کی پیش کردہ تصریحات کے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔ مزید برآں‘ اس انٹرویو کی اشاعت کے بعد اُن پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ صراحت فرمائیں کہ دستور کے آرٹیکلز ۲۰۴‘ ۲۲۴‘ ۲۲۸‘ ۲۲۹ اور ۲۳۰ میں پیش کردہ تصورِ اسلام‘ جس میں اسلامی احکام‘ قوانین اور ضابطے بطور ایک ضابطۂ حیات پیش کیے گئے ہیں‘ درست ہے یا وہ تصورِ اسلام جس کا اظہار انہوں نے اپنے انٹرویو میں کیا ہے؟ اس لیے کہ اس وضاحت کی غیر موجودگی میں اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ آج کے اربابِ حل وعقد نے پاکستان کے دستور میں شامل ایسی دفعات کو غیر مؤثر بنانے کے لیے جو کسی بھی طور پر اس مملکتِ خداداد میں اسلامی قوانین کے نفاذ میں مددومعاون ہو سکتی ہیں‘ ایک پلاننگ کے تحت موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل میں ایسے دانشور اور مفکرین کو لا بٹھایا ہے جو نام نہاد روشن خیالی بلکہ آزاد خیالی میں اُن کے ہمنوا ہی نہیں مددومعاون بھی ہیں۔ ○○

اطلاع
برائے قارئین

قارئین نوٹ فرمالیں کہ اپنی اشاعت کے ستائیسویں سال (2008ء) سے حکمت قرآن ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے۔ اور اب یہ ماہنامہ کے بجائے سہ ماہی مجلّے کی صورت میں شائع ہوگا۔ قیمت فی شمارہ 30 روپے اور سالانہ زرِتعاون 120 روپے ہوگا۔